اسلام میں "عزم الامور" کا تصور اور اس کے مصداقات:
تفسیری ادب کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ

The Concept of "Azm Al-Umūr" in Islam and its Manifestations: An Analytical Study in the Light of Exegetical Literature

Dr. Ilyas Ahmad
Lecturer, Islamic Studies, SBB University Sheringal,
Dir Upper KP (PAK)
Email: Ilyasahmad99@gmail.com
Dr. Atiqullah
Lecturer, Islamic Studies, SBB University Sheringal,
Dir Upper KP (PAK)
Email: atiqullah@sbbu.edu.pk
Mr. Abdur Rafiq
Senior Theology Teacher,
Govt High School Badarkani, Dir Upper KP (PAK)
Email: arafiqroughani@gmail.com

Abstract

This research paper presents a comprehensive study of the Qur'anic terminology ‘Azm al-Umūr, examining its ethical, legal, and strategic implications through the lens of linguistic and exegetical traditions. The central research problem explores the nexus between individual moral fortitude and the preservation of collective social order. Employing descriptive, analytical, and comparative methodologies, the study synthesizes insights from classical lexicons and Tafsir literature spanning from the classical to the modern era. This study contributes to the existing literature by re-evaluating traditional exegetical insights through the lens of contemporary strategic management. The core findings establish that ‘Azm al-Umūr is not merely a moral recommendation but encompasses mandatory divine commands (Ma'zumāt) that necessitate intellectual soundness and strategic management (Sawāb al-Tadbīr). The analysis demonstrates how this concept transitions from individual virtues of patience and piety to encompass the social-ethical obligations of enjoining good and forbidding evil, serving as a bulwark against social decay. Furthermore, the paper evaluates the strategic necessity of forgiveness and steadfastness in maintaining the stability of the Ummah, ultimately linking these traits to the character of the Ulu al-'Azm messengers.

Keywords: 'Azm al-Umūr, Qur'anic Ethics, Tafsir Literature, Sabr, Moral Steadfastness, Islamic Philosophy, Ijtima'i Inhitat, Sawab al-Tadbir

زیرِ نظر تحقیقی مقالہ قرآنِ حکیم کی ایک کلیدی اور اساسی اصطلاح "عزم الامور" کے اخلاقی، قانونی اور تزویراتی مضمرات کا محیط مطالعہ پیش کرتا ہے، جس میں لسانی باریکیوں اور تفسیری روایات کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ اس تحقیق کا مرکزی نکتہ انفرادی کردار کی پختگی اور اجتماعی نظم کی بقا کے درمیان پائے جانے والے گہرے تعلق کا استنباط کرنا ہے۔ منہجِ تحقیق کے طور پر بیانیہ (Descriptive)، تجزیاتی (Analytical) اور تقابلی (Comparative) اسلوب اختیار کیا گیا ہے، جس کے ذریعے کلاسیکی لغوی مآخذ اور قرونِ وسطیٰ سے لے کر عصرِ حاضر کے تفسیری ادب کا غائر مطالعہ کیا گیا ہے۔ یہ مطالعہ روایتی تفسیری بصیرت کو جدید تزویراتی انتظام (Strategic Management) کے تناظر میں دوبارہ پرکھ کر موجودہ علمی ذخیرے میں ایک اہم اضافہ کرتا ہے۔ تحقیق کے نتائج یہ ثابت کرتے ہیں کہ "عزم الامور" محض ایک اخلاقی سفارش نہیں بلکہ یہ ان "معزومات" (لازمی فرائض) سے عبارت ہے جن پر ثابت قدمی عقلِ سلیم اور صوابِ تدبیر کا تقاضا ہے۔ مقالے میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ کس طرح یہ تصور انفرادی صبر و تقویٰ سے سفر کرتا ہوا امر بالمعروف و نہی عن المنکر جیسے عظیم سماجی واجبات کو محیط ہوتا ہے، جو معاشرتی انحطاط (Social Decay) کے خلاف ایک حفاظتی ڈھال فراہم کرتا ہے۔ مزید برآں، مقالہ اس بحث کو بھی سمیٹتا ہے کہ عفو و درگزر اور پختگیِ ارادہ کس طرح امت کے تزویراتی استحکام کے لیے ناگزیر ہیں، اور آخر میں ان اوصاف کو اولوالعزم رسولوں کے کردار سے مربوط کیا گیا ہے۔

3.مقدمہ اور پس منظر (Introduction and Background) اسلامی نظامِ اخلاق کی عمارت جن بنیادوں پر قائم ہے، ان میں "عزم الامور" کو ایک سنگِ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ اصطلاح قرآنی فکر میں ان مستحکم معاملات کے لیے مستعمل ہے جو انسانی سیرت کو ثبات، متانت اور پختگی عطا کرتے ہیں۔ عصرِ حاضر کے اخلاقی تذبذب اور سماجی عدمِ استحکام کے تناظر میں، جہاں انفرادی و اجتماعی فیصلہ سازی میں "عزیمت" کا فقدان نمایاں ہے، اس قرآنی تصور کی علمی و عملی بازیافت ایک ناگزیر علمی فریضہ بن چکی ہے۔ کلاسیکی مفسرین اور مفکرینِ اسلام نے "عزم" کو نہ صرف حلاوتِ ایمان کا سرچشمہ، بلکہ موثر قیادت اور نظم و ضبط کے لیے ایک بنیادی لزوم قرار دیا ہے۔ تاریخی اعتبار سے، اسلام نے فتنہ و آزمائش کے مقابل جس پختہ ارادی اور جراتِ رندانہ کی تعلیم دی، اس کا اصل منبع یہی "عزم الامور" کا تصور ہے۔ زیرِ نظر مقالہ اس امر کا محققانہ جائزہ لیتا ہے کہ کس طرح الٰہی احکامات پر دوام اور مخالفین کی ایذارسانی پر ضبطِ نفس ایک مثالی اور مستحکم اسلامی سماج کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔

4. منہج تحقیق (Research Methodology)

اس مقالے میں استعمال ہونے والا منہجِ تحقیق سہ پہلو ہے :توصیفی(Descriptive) ، تجزیاتی (Analytical)اور تقابلی(Comparative) ۔توصیفی پہلو کے تحت "عزم الامور" کے لغوی و اصطلاحی مفاہیم کی وضاحت کی گئی ہے۔ تجزیاتی اسلوب کے ذریعے فراہم کردہ بنیادی ماخذِ متن (Source Context) سے علمی و اصطلاحی باریکیوں کا استخراج کیا گیا ہے، جبکہ تقابلی منہج کے تحت مختلف مکاتبِ فکر کے مفسرین (مثلاً امام طبریؒ اور امام رازیؒ وغیرہ) کے افکار کا موازنہ کر کے نتائج اخذ کیے گئے ہیں۔ تحقیق کے دوران کلاسیکی لغات اور تفسیری ادب کے بنیادی متون کو ایک دوسرے کے مقابل رکھ کر مفاہیم کی علمی تحدید (Delimitation) کی گئی ہے۔

5. لغوی و اصطلاحی تشریح (Linguistic and Terminological Analysis)

قرآنی اصطلاحات کی گہرائی تک پہنچنے کے لیے علمِ لغت (Philology) ایک کلیدی دریچہ ہے۔" عزم "کے لغوی مادے پر غور کرنے سے ارادے کی وہ پختگی مراد لی جاتی ہے جو ہچکچاہٹ اور تردد کو کاٹ کر رکھ دے۔

- **لغوی تعریف** :عزم سے مراد کسی معاملے پر غور وخوض، مشاورت اور سوچ بچار کے بعد اس پر پختگی کے ساتھ عمل پیرا ہونے کا ارادہ کرنا ہے(الإقدام على الأمر بحزم بعد التفكير والروية)۔[1]
- **امام راغب اصفہانی کا نقطہ نظر** :امام راغب اصفہانیؒ کے نزدیک عزم سے مراد" کسی معاملے پر نفس کا اس طرح جم جانا کہ اس میں کسی قسم کا تذبذب باقی نہ رہے "(ثبات الشيء على الشيء)۔ آپ کے مطابق عزم میں "القطع "(فیصلہ کن کٹاؤ) کا مفہوم شامل ہے جو تردّد کو ختم کر دیتا ہے۔[2]
- **عزم بمقابلہ حزم** :المبرد[3] اور ابن عطیہ[4]ؒ نے ان دو اصطلاحات میں ایک لطیف تعلیمی فرق واضح کیا ہے:
- **حزم** :یہ کسی معاملے میں غور وخوض، گہری نظر (جودۃ النظر) اور غلطی سے بچنے کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کا نام ہے۔
- **عزم** :یہ حزم و مشاورت کے بعد ارادے کو عملی جامہ پہنانے (قصد الامضاء) کا نام ہے۔ عربی مقولہ ہے : "قد أحزم لو أعزم "(میں حزم تو رکھتا ہوں، کاش عزم بھی کر سکوں)۔
- **صرفی و نحوی پہلو** :صاحب کشاف[5] اور بحر المحیط[6] کے مطابق" عزم الامور "میں عزم بطور مصدر ہے جو "مفعول "(المعزومات) کے معنی دیتا ہے، یعنی وہ معاملات جن پر اللہ کی طرف سے حتمی عزم کر لیا گیا ہے اور جن کا ترک کرنا کسی صاحب عقل کے لیے روا نہیں۔

- **اصطلاحی تعریف** : تفسیری ادب میں اس سے مراد وہ مطلوبہ امور ہیں جن کا شارع (اللہ تعالیٰ) نے حتمی حکم دیا ہے، یا وہ بلند پایہ اخلاقی رویے جنہیں ایک صاحبِ عقل و دانش شخص کبھی ترک کرنا پسند نہیں کرتا۔ امام ابو منصور ماتریدیؒ کے نزدیک " عزم "اور" اتقان "(پختگی و درستی) لازم و ملزوم ہیں۔ عزم دراصل رائے کے اضطراب اور شک و تردد کے خاتمے کا نام ہے۔ جب انسان کسی معاملے میں پختگی اختیار کر لیتا ہے تو وہ دنیاوی مفادات یا وقتی دباؤ کے تحت اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹتا۔ یہی وہ نکتہ ہے جو عزم کو محض ایک 'خواہش' سے ممتاز کر کے ایک 'مستحکم قوت' بنا دیتا ہے۔[7]

6.عزم الامور کے قرآنی مآخذ (Qur'anic Foundations)

قرآنِ حکیم میں تین مقامات پر یہ اصطلاح مختلف سیاق و سباق میں وارد ہوئی ہے، جو اس کے ہمہ گیر مفہوم کی نشان دہی کرتی ہے:

1. آل عمران: 186 : لَتُبۡلَوُنَّ فِيٓ أَمۡوَٰلِكُمۡ وَأَنفُسِكُمۡ وَلَتَسۡمَعُنَّ مِنَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ مِن قَبۡلِكُمۡ وَمِنَ ٱلَّذِينَ أَشۡرَكُوٓاْ أَذٗى كَثِيرٗاۚ وَإِن تَصۡبِرُواْ وَتَتَّقُواْ فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنۡ عَزۡمِ ٱلۡأُمُورِ 186 ۔" تمہارے مالوں اور تمہاری جانوں میں تمہاری آزمائش ضرور کی جائے گی، اور تم ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا، بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے۔ اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو، تو یقیناً یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔" اس مقام پر مالی و جانی آزمائشوں اور اعداء کے طعنوں پر" صبر و تقویٰ "کو عزم الامور کا جوہر قرار دیا گیا ہے۔

- **شانِ نزول اور سیاق** : یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مدینہ میں مسلمانوں کو شدید لسانی اور نفسیاتی اذیت کا سامنا تھا۔ یہودی عالم فنحاص نے جب اللہ تعالیٰ کی شان میں یہ گستاخی کی کہ" اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں"، تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے غصے میں اسے تھپڑ مار دیا۔ فنحاص نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی، جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر مسلمانوں کو یہ راہ دکھائی کہ دشمن کی زبان درازی اور ہجو پر صبر کرنا محض کمزوری نہیں بلکہ 'عزم الامور' یعنی اعلیٰ درجے کی استقامت ہے. امام طبریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ قوت اور ہمت ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے۔[8] امام قرطبیؒ کے نزدیک یہاں عزم سے مراد معاملات کی" شدت اور صلابت "ہے[9]۔ علامہ آلوسیؒ اسے کمالِ شرف اور علوِ ہمت سے تعبیر کرتے ہیں۔[10]

2. لقمان: 17 : يَٰبُنَيَّ أَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ وَأۡمُرۡ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَٱنۡهَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِ وَٱصۡبِرۡ عَلَىٰ مَآ أَصَابَكَۖ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنۡ عَزۡمِ ٱلۡأُمُورِ 17 [11] ۔" اے میرے پیارے بیٹے! نماز قائم رکھ، نیکی کا حکم دے، برائی سے

روک اور جو تکلیف بھی تجھے پہنچے اس پر صبر کر، یقیناً یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔" یہاں انفرادی عبادت (نماز) کے ساتھ سماجی ذمہ داری (امر بالمعروف و نھی عن المنکر) اور اس راہ میں آنے والی تکالیف پر ثبات کو عزم الامور سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضرت لقمانؒ کی اپنے بیٹے کو دی گئی نصائح میں " صبر "کو نماز اور امر بالمعروف و نھی عن المنکر کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب ایک مصلح سماج کی اصلاح کے لیے نکلتا ہے تو اسے لازماً تکلیف پہنچائی جاتی ہے۔ یہاں عزم سے مراد وہ استقلال ہے جو اصلاحی مشن کو ادھورا نہیں چھوڑنے دیتا۔ مفسرین کے نزدیک امر بالمعروف کرنے والے کو لازماً اذیت پہنچتی ہے، لہٰذا یہاں عزم سے مراد نفس کو اس مشکل کے لیے تیار کرنا ہے۔ امام کشافؒ[12] اور امام النسفیؒ[13] کے مطابق یہ عبادات سابقہ امتوں میں بھی واجب تھیں اور ان پر استقامت " عزم "کا تقاضا ہے۔ امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ حق کی راہ میں ایذا رسانی کا واحد علاج " صبر فی اللہ "ہے۔[14]

3. الشوریٰ: 43 :﴿وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنۡ عَزۡمِ ٱلۡأُمُورِ 43 [15]۔" اور البتہ جس نے صبر کیا اور درگزر سے کام لیا، تو یقیناً یہ ہمت کے (بڑے) کاموں میں سے ہے۔" یہاں ظلم پر قابو پانے کے باوجود عفو و درگزر کو عزیمت کی انتہا قرار دیا گیا ہے۔ یہاں ظلم کے جواب میں قدرت کے باوجود عفو و درگزر کو " عزم الامور " قرار دیا گیا۔ بدلہ لینا عدل ہے، مگر معاف کر دینا " عزم "اور بلند اخلاقی مقام ہے۔ امام طبریؒ کے نزدیک یہ ان کاموں میں سے ہے جن کی اللہ نے رغبت دلائی۔[16] امام سمرقندیؒ اسے " اصوب الامور " (درست ترین کام) قرار دیتے ہیں[17] جبکہ امام ثعلبیؒ اسے امور کی حقیقت اور حزم سے جوڑتے ہیں[18]۔

7. احادیثِ مبارکہ سے استدلال (Hadith Evidence)

قرآنی اصطلاح "**عزم الامور** "کی تفہیم میں احادیثِ نبویہ ﷺ ایک اساسی اور تشریحی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ نبوی ارشادات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عزم محض ایک اخلاقی مشورہ نہیں بلکہ یہ ایمانی پختگی، شرعی فرائض کی انجام دہی اور سماجی وقار کے حصول کا ذریعہ ہے۔ فراہم کردہ مصادر کی روشنی میں اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔ عفو و درگزر اور رفعتِ مقام (صبر بطور قوت)

احادیثِ مبارکہ میں عفو و درگزر کو بزدلی کے بجائے ایک ایسی قوت کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو انسان کی عزت اور نصرتِ الٰہی کا سبب بنتی ہے۔

- **عزت میں اضافے کی نوید**: رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: "مَا مِنْ عَبْدٍ ظُلِمَ بِمَظْلَمَةٍ فَيُغْضِي عَنْهَا إِلَّا أَعَزَّهُ اللَّهُ تَعَالَى بِهَا وَنَصَرَهُ" (جس بندے پر ظلم کیا گیا اور اس نے اس سے درگزر کیا، اللہ تعالیٰ

اس کی وجہ سے اسے عزت اور نصرت عطا فرماتا ہے)[19]۔ مفسرین نے اسے "عزم الامور" کی عملی تفسیر قرار دیا ہے، کیونکہ صابر شخص اللہ کے اجر اور ثوابِ جزیل کی رغبت میں انتقام کو ترک کر دیتا ہے[20]۔

- **فرشتے کا دفاع اور شیطانی مداخلت:** حضرت ابو بکر صدیقؓ کا واقعہ اس ضمن میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ جب ایک شخص نے انہیں برا بھلا کہا اور وہ خاموش رہے تو آپ ﷺ مسکراتے رہے کیونکہ ایک فرشتہ ان کی طرف سے جواب دے رہا تھا، لیکن جیسے ہی حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا، شیطان آ گیا اور آپ ﷺ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے[21]۔ یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ "عزم الامور" (صبر و درگزر) پر قائم رہنا معیتِ الٰہی اور فرشتوں کی حفاظت کا موجب ہے۔

2۔ عزائمِ الٰہیہ اور فرائض کی پختگی (عزم بطور شرعی وجوب)

علمِ حدیث میں "عزائم" کا لفظ ان امور کے لیے استعمال ہوا ہے جن پر عمل کرنا اللہ کو نہایت پسند ہے اور جو دین کی بنیاد ہیں۔

- **عزائم اور رخصتوں کا توازن:** نبوی فرمان ہے: "إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ يُؤْخَذَ بِرُخَصِهِ كَمَا يُحِبُّ أَنْ يُؤْخَذَ بِعَزَائِمِهِ" (بیشک اللہ اپنی رخصتوں پر عمل کو ویسے ہی پسند کرتا ہے جیسے وہ اپنی عزیمتوں پر عمل کو پسند فرماتا ہے)[22]۔ یہاں عزائم سے مراد وہ فرائض اور واجبات ہیں جن پر اللہ نے سختی سے زور دیا ہے[23]۔
- **عوازم اور فرائض:** ایک روایت کے مطابق: "خَيْرُ الْأُمُورِ عَوَازِمُهَا أَيْ فَرَائِضُهَا" (بہترین امور وہ ہیں جو عوازم ہیں، یعنی فرائض)[24]۔ یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ "عزم الامور" کا اطلاق ان عبادات اور احکامات پر ہوتا ہے جن کا وجوب حتمی ہے، جیسے نماز، امر بالمعروف اور صبر۔
- **مغفرتِ عزم:** دعائے نبوی ﷺ "أَسْأَلُكَ عَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ" (میں آپ سے آپ کی مغفرت کو واجب کر دینے والے اعمال کا سوال کرتا ہوں) سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عزم ان پختہ اعمال کا نام ہے جن پر ثواب اور مغفرت کا وعدہ یقینی ہے[25]۔

8. تفسیری ادب میں تعبیر و تشریح (Interpretation in Tafsir Literature)

مفسرین کے اقوال کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فکری سفر امام طبریؒ کی روایتی بنیادوں سے شروع ہو کر علامہ ابن عاشورؒ کی جدید نفسیاتی و سماجی تعبیرات تک پھیلا ہوا ہے۔

ابتدائی روایات:(The Early Tradition) قرآنی اصطلاح **"عزم الامور "** کی تفسیری روایت میں ابتدائی مفسرین اور ائمہ کے یہاں اس کے لغوی، شرعی اور انتظامی پہلوؤں پر گہرا علمی کام ملتا ہے۔ فراہم کردہ مصادر کی روشنی میں ان مفسرین کی آراء کا تفصیلی اور جامع خلاصہ درج ذیل ہے:

.1 امام ابن جریر طبریؒ:(اللہ کے واجب کردہ احکامات کی قطعیت)

امام طبریؒ کے نزدیک "عزم الامور" کا بنیادی مفہوم اللہ تعالیٰ کے احکامات کی وہ پختگی ہے جس میں بندے کے لیے عمل کی حتمیت پائی جاتی ہے۔

- **حتم والزام کا تصور :** آپ کے نزدیک "عزم الامور" سے مراد وہ امور ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ان پر عمل پیرا ہونے کا "عزم" (حتمی ارادہ) فرمایا ہے۔ آپ اسے اللہ کی طرف سے دی گئی "قوت" اور "حکم" سے تعبیر کرتے ہیں۔
- **فرضیت اور رغبت :** سورہ شوریٰ کی تفسیر میں آپ فرماتے ہیں کہ یہ وہ امور ہیں جن کی طرف اللہ نے اپنے بندوں کو رغبت دلائی ہے (ندب إليها) اور ان پر عمل کرنے کو لازم قرار دیا ہے۔ آپ کے نزدیک صبر اور تقویٰ ان فرائض میں شامل ہیں جنہیں اللہ نے اپنے بندوں پر عزم کے ساتھ واجب کیا ہے۔
- **صبر کی اہمیت :** امام طبریؒ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا ہے کہ وہ اذیتوں پر صبر کریں، اور یہی وہ عزم ہے جو اللہ نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے۔[26]

.2 امام ابن ابی حاتمؒ:(حق امور اور تکالیف پر ثبات)

امام ابن ابی حاتمؒ نے اپنی تفسیری روایت میں "عزم الامور" کو سچائی اور حق کی پاسداری کے تناظر میں بیان کیا ہے۔

- **حق امور کی تعریف :** آپ سعید بن جبیرؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ "عزم الامور" سے مراد "حق الامور" ہے، یعنی وہ برحق معاملات جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔
- **دعوتی تکالیف پر صبر :** آپ کی تفسیر کے مطابق نیکی کا حکم دینے (امر بالمعروف) اور برائی سے روکنے (نہی عن المنکر) کے دوران جو تکالیف پہنچتی ہیں، ان پر صبر کرنا اللہ کے نزدیک برحق اور پسندیدہ عمل ہے۔
- **استقامت کا منہج :** امام ابن ابی حاتمؒ حسن بصریؒ کے حوالے سے یہ نکتہ بھی واضح کرتے ہیں کہ مومنین کو اذیتوں کے باوجود اپنے مشن پر قائم رہنے (مضی) اور صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جو کہ عزم کا تقاضا ہے۔[27]

.3 امام ابو منصور ماتریدیؒ:(اتقان، ثبات اور خاتمۂ اضطراب)

امام ماتریدیؒ کا اسلوبِ فکر عزم کو انسانی ارادے کی پختگی اور انتظامی کمال (Itqan) سے جوڑتا ہے۔

- **عزم اور حزم کا تعلق :** آپ کے نزدیک عزم دراصل "حزم" کے معنی میں ہے، جس کا مفہوم کسی معاملے کو نہایت پختگی اور اتقان کے ساتھ انجام دینا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب کسی چیز کو مضبوط کر دیا جائے تو وہ گرنے اور ضائع ہونے سے محفوظ ہو جاتی ہے، یہی کیفیت عزم الامور کی ہے۔
- **اضطراب کا خاتمہ :** امام ماتریدیؒ عزم کی ایک نہایت لطیف نفسیاتی تعریف پیش کرتے ہیں۔ آپ کے نزدیک عزم وہ ہے جس میں انسان اپنی تدبیر اور رائے میں پائے جانے والے ہر قسم کے اضطراب اور تردد کو ختم کر دے (إذا قطع تدبيره ورأيه واضطرابه)۔
- **دنیاوی مفادات سے بالاتر ثبات :** آپ کے نزدیک حقیقی عزم وہ ارادہ ہے جو ایک بار کر لیا جائے تو پھر دنیا کے کسی مفاد یا لالچ کی خاطر اس میں تبدیلی یا لرزش پیدا نہ ہو۔ آپ اسے "تحقیقِ امور" اور "احکامِ امور" (معاملات کو پختہ کرنا) سے تعبیر کرتے ہیں۔[28]

کلاسیکی تفاسیر :(The Classical Exegesis)

قرآنی اصطلاح **"عزم الامور "** کی تفسیری روایت میں کلاسیکی مفسرین نے لسانی باریکیوں، شرعی قطعیت اور عقلی و انتظامی حکمتوں کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔ فراہم کردہ مصادر کی روشنی میں ان جلیل القدر مفسرین کی آراء کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔ امام زمخشریؒ :(فرائض اور معزوماتِ الٰہیہ کا اسلوب)

امام زمخشری نے اس اصطلاح کو شرعی احکامات کی قطعیت اور وجوب کے تناظر میں بیان کیا ہے۔

- **معزوماتِ امور :** آپ کے نزدیک "عزم الامور" سے مراد "معزوماتِ امور" ہیں، یعنی وہ کام جن پر عزم کرنا اور جنہیں بجالانا اللہ تعالیٰ نے واجب اور لازم کر دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "مِنْ مَعْزُومَاتِ الْأُمُورِ، أَيْ مِمَّا يَجِبُ الْعَزْمُ عَلَيْهِ" (یہ ان امور میں سے ہے جن پر پختہ ارادہ کرنا واجب ہے)۔[29]
- **قطعیت اور ایجاب :** آپ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ یہاں "عزم" سے مراد کسی کام کو "قطعِ ایجاب و الزام" (حتمی طور پر لازم) کرنا ہے، یعنی ایسی عزماتِ الٰہیہ جن کے ترک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔
- **قدامتِ طاعات :** امام زمخشری کے نزدیک یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ نماز، صبر اور امر بالمعروف جیسی عبادات سابقہ امتوں میں بھی واجب رہی ہیں اور ان کی اہمیت ہمیشہ سے مسلم رہی ہے۔[30]

2۔ امام ابن عطیہؒ: (حزم اور عزم کے درمیان علمی فرق): امام ابن عطیہ نے لسانی تحقیق کے ذریعے "حزم" اور "عزم" کے مابین لطیف فرق واضح کیا ہے اور نقاشؒ جیسے مفسرین کے اس قول کو رد کیا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی معنی میں ہیں۔

- **حزم (جودتِ نظر):** آپ کے نزدیک حزم سے مراد "جودة النظر في الأمر" (معاملات میں بہترین بصیرت اور گہرا غور و فکر) ہے، تاکہ غلطی سے بچا جا سکے۔
- **عزم (قصدِ امضاء):** جبکہ عزم سے مراد "قصد الإمضاء" (سوچے سمجھے منصوبے کو نافذ کرنے کا پختہ ارادہ) ہے۔ آپ عربوں کا یہ مقولہ نقل کرتے ہیں: "قَدْ أَحْزِمُ لَوْ أَعْزَمُ" (میں صاحبِ بصیرت تو ہوں، کاش میں پختہ ارادہ بھی کر سکوں)۔
- **عزائمِ اہل الحزم:** آپ کے نزدیک عزم الامور وہ بہترین اور بلند اخلاق ہیں جو اہل الحزم (بصیرت والے لوگ) اور نجات کے راستے پر چلنے والے اختیار کرتے ہیں[31]۔

3۔ امام قرطبیؒ: (شدت، صلابت اور حقیقتِ ایمان)

امام قرطبی نے "عزم" کو انسانی کردار کی مضبوطی اور ایمانی پختگی کے پیمانے کے طور پر پیش کیا ہے۔

- **شدت اور صلابت:** آپ کے نزدیک "عزم الامور" کا لغوی اور معنوی مفہوم "شِدَّتُهَا وَصَلَابَتُهَا" (معاملات کی مضبوطی اور ان میں پختگی) ہے۔[32]
- **حقیقتِ ایمان:** ابن عباسؓ کے حوالے سے آپ نقل کرتے ہیں کہ "من حقيقة الإيمان الصبر على المكاره" (ناپسندیدہ حالات پر صبر کرنا حقیقتِ ایمان میں سے ہے)[33]۔
- **مکارمِ اخلاق:** امام قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ امور مکارمِ اخلاق کا حصہ ہیں اور ان لوگوں کی عزیمت کا نشان ہیں جو سلامتی اور نجات کی راہ کے مسافر ہیں۔[34]

4۔ امام فخر الدین رازیؒ: (فلسفہء تقلیلِ مضرات اور صوابِ تدبیر)

امام رازیؒ نے اس آیت کی ایک جامع عقلی اور انتظامی تشریح پیش کی ہے جو دنیا و آخرت کے آداب کا احاطہ کرتی ہے۔

- **تقلیلِ مضرات کا فلسفہ:** آپ کے نزدیک یہ آیت مضرات (نقصانات) کو کم کرنے کا ایک عالمگیر کلیہ ہے: "صبر" کے ذریعے دنیاوی نقصانات (دشمنی کی شدت) کم ہوتی ہے اور "تقویٰ" کے ذریعے آخرت کے مضرات کم ہو جاتے ہیں[35]۔ اس طرح یہ آیت دنیا و آخرت کے جملہ آداب کی جامع بن جاتی ہے۔

- **صوابِ تدبیر اور رشد :** امام رازیؒ "عزم الامور" کو "صواب التدبیر" (درست حکمتِ عملی) اور "رشد" سے تعبیر کرتے ہیں۔ آپ کے نزدیک یہ وہ عاقلانہ فیصلے ہیں جن کے نتائج حمیدہ (پر اثر اور اچھے) ہوں اور جن کی درستی میں کسی شک کی گنجائش نہ ہو[36]۔
- **عقلی التزام :** آپ فرماتے ہیں کہ یہ وہ امور ہیں جنہیں ہر عاقل انسان کو اپنے اوپر لازم کر لینا چاہیے، کیونکہ ان پر ثابت قدم رہنا ہی کامیابی کی علامت ہے۔[37]

قانونی و روایتی اسلوب:(Narrative and Legal Tradition)

قرآنی اصطلاح **"عزم الامور "** کی تفسیری روایت میں قانونی اور روایتی اسلوب (Narrative and Legal Tradition) انتہائی اہمیت کا حامل ہے، جہاں مفسرین نے اسے شرعی احکامات کی قطعیت اور نبویؐ واقعات کے پس منظر میں بیان کیا ہے۔ فراہم کردہ مصادر کی روشنی میں امام ابن کثیرؒ اور امام بغویؒ کی آراء درج ذیل ہیں:

1۔ امام ابن کثیرؒ: (شرعی حقائق اور نبوی اسوہ)

امام ابن کثیرؒ کے نزدیک "عزم الامور" سے مراد وہ برحق امور ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور جن پر کاربند رہنے والوں کے لیے عظیم اجر کی نوید سنائی گئی ہے۔

- **حقیقتِ عزم اور ثواب :** آپ سعید بن جبیرؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ اس سے مراد وہ برحق امور ہیں جن کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ یہ وہ قابلِ ستائش افعال (الأفعال الحميدة) ہیں جن پر اللہ کی طرف سے ثوابِ جزیل اور ثنائے جمیل کا وعدہ ہے۔
- **حضرت ابو بکر صدیقؓ کا واقعہ اور فرشتہ و شیطان کی موجودگی :** امام ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں ایک اہم روایتی واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کو برا بھلا کہا، لیکن آپؓ خاموش رہے اور رسول اللہ ﷺ تبسم فرماتے رہے۔ جب اس شخص نے حد سے تجاوز کیا تو حضرت ابو بکرؓ نے اس کی بعض باتوں کا جواب دیا، جس پر رسول اللہ ﷺ ناراض ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے ۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إِنَّهُ كَانَ مَعَكَ مَلَكٌ يَرُدُّ عَنْكَ، فَلَمَّا رَدَدْتَ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهِ حَضَرَ الشَّيْطَانُ فَلَمْ أَكُنْ لِأَقْعَدَ مَعَ الشَّيْطَانِ" [38] (تمہارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا، لیکن جب تم نے خود جواب دیا تو شیطان آگیا اور میں

شیطان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا) امام ابن کثیرؒ اس واقعے سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ مظلوم کا صبر کرنا اسے اللہ کی نصرت اور فرشتوں کی معیت کا مستحق بنا دیتا ہے، جو کہ "عزم الامور" کا اعلیٰ درجہ ہے۔[39]

2۔امام بغویؒ:(واجبات اور عزیمت کا اسلوب)

امام بغوی نے "عزم الامور" کو شرعی واجبات اور پختہ ارادے کے قانونی تناظر میں واضح کیا ہے۔

- **واجباتِ شرعیہ :** آپ کے نزدیک اس سے مراد "الأمور الواجبة التي أمر الله بها" (وہ واجب امور ہیں جن کا اللہ نے حکم دیا ہے)۔ یعنی یہ محض اخلاقی مشورہ نہیں بلکہ وہ احکامات ہیں جن پر عمل کرنا شرعاً لازم ہے۔
- **عزیمت اور جزم :** امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ ان امور کو "عزم" اس لیے کہا گیا کیونکہ ان کے واجب ہونے کی وجہ سے ان پر پختہ ارادہ (عزیمت) کرنا ضروری ہے۔[40] آپ کے نزدیک صبر اور درگزر "حق اور جزم" (حقيقتها وجزمها) کے قبیل سے ہیں، جنہیں ایک صاحبِ ایمان کو پوری قوت کے ساتھ اختیار کرنا چاہیے
- **رغبتِ ثواب :** آپ زجاجؒ کا قول بھی نقل کرتے ہیں کہ صابر کو اس کے صبر پر ثواب دیا جاتا ہے، لہٰذا ثواب کی رغبت میں صبر کو اختیار کرنا عزم کی تکمیل ہے۔[41]

صوفیانہ واشاری روایت:(Mystical and Allusive Tradition)

قرآنی اصطلاح **"عزم الامور "** کی صوفیانہ اور اشاری (Mystical and Allusive) تشریح میں مفسرین نے اسے محض ظاہری اخلاق تک محدود نہیں رکھا، بلکہ اسے تزکیہ نفس، مقامِ رضا اور مشاہدۂ حق کے اعلیٰ مدارج سے جوڑا ہے۔ فراہم کردہ مصادر کی روشنی میں ان صوفیانہ آراء کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔امام ابو القاسم قشیریؒ(لطائف الاشارات):(مقامِ رضا اور مجاریِ اقدار)

امام قشیریؒ نے "عزم الامور" کو سالک کی اس کیفیت سے تعبیر کیا ہے جہاں وہ خالق کی مرضی کے سامنے اپنی مرضی کو فنا کر دیتا ہے۔

- **تقدیر کے سامنے سپردگی :** امام قشیریؒ کے نزدیک اس سے مراد "ايثار الصبر واختيار السكون تحت مجاری الأقدار" (صبر کو ترجیح دینا اور تقدیر کے فیصلوں کے نیچے سکون و اطمینان اختیار کرنا) ہے[42]۔ ان کے نزدیک عزم الامور یہ ہے کہ بندہ حوادثِ زمانہ میں پریشان ہونے کے بجائے اسے اللہ کی طرف سے آزمائش سمجھے۔

- **خالص بندگی :** آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ کے لیے کھڑا ہوتا ہے، اسے آزمایا جاتا ہے (امتحن في اللہ)، لہٰذا اس کا راستہ صرف صبر ہے: "فسبيله أن يصبر لله" [43]۔ آپ کے نزدیک حقیقی عزم یہ ہے کہ بلا و مصیبت پر کوئی شکایت نہ ہو (من غیر شکوی) اور بندہ اپنے مخالف کو دنیا و آخرت کے تمام دعووں سے بری کر دے۔

2۔ علامہ اسماعیل حقیؒ (روح البیان): (تصفیۂ نفس اور کٹ کر جڑنا)

علامہ اسماعیل حقیؒ نے عزم الامور کو نفس کی صفائی اور اللہ کی طرف مکمل توجہ کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

- **تصفیۂ نفس کا ذریعہ :** آپ کی تحقیق کے مطابق آزمائشیں (ابتلاءات) دراصل نفس کو صاف کرنے اور اسے خلق سے کاٹ کر خالق کی طرف متوجہ کرنے کے لیے ہوتی ہیں: "لتصفية النفس وتوجيهها من الخلق الى الخالق" ۔ اس تناظر میں عزم الامور وہ قوت ہے جو بندے کو اس تصفیے پر ثابت قدم رکھتی ہے۔
- **جہادِ اکبر :** آپ نے اسے "الجہاد الأکبر" (بڑا جہاد) سے تعبیر کیا ہے، جس میں انسان اپنے نفس کی خواہشات، لوگوں کی ملامت اور انکار پر صبر کرتا ہے ۔ آپ فرماتے ہیں کہ کامل انسان سمندر کی طرح ہوتا ہے جو غلاظت پڑنے سے ناپاک یا مکدر نہیں ہوتا، بلکہ وہ عفو و درگزر سے دوسروں کو پاک کر دیتا ہے۔
- **مقامِ مشاہدہ :** آپ کے نزدیک بلا و محنت "لوازمِ محبت" میں سے ہیں، اور صادق مرید وہی ہے جو طلبِ حق کے دوران پیش آنے والے خوف، بھوک اور مال و جان کے نقصانات پر عزم و ثبات دکھائے۔[44]

3۔ علامہ ابن عجیبہؒ (البحر المدید): (ردِ عمل کے چار درجات)

علامہ ابن عجیبہؒ نے عزم الامور اور غصے کے رد عمل کو انسانی روحانی مدارج کے لحاظ سے چار بنیادی طبقات میں تقسیم کیا ہے:

- **درجہ اول (عوام - مقامِ عدل) :** یہ وہ لوگ ہیں جو ظلم کے برابر بدلہ لیتے ہیں اور اپنے حق کے لیے انتصار (نصرت طلبی) کرتے ہیں۔ قرآن نے انہیں "وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ" کے تحت رخصت دی ہے کہ یہ عدل ہے۔
- **درجہ دوم (خواص - مقامِ فضل) :** یہ وہ طبقہ ہے جو بدلہ لینے پر قدرت رکھنے کے باوجود اللہ کی رضا کے لیے معاف کر دیتا ہے۔ ان کے نزدیک عفو، انتصار سے بہتر اور تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔
- **درجہ سوم (خواص الخواص - مقامِ احسان) :** یہ وہ بلند مرتبہ لوگ ہیں جو نہ صرف معاف کرتے ہیں بلکہ برائی کے بدلے احسان کرتے ہیں اور دشمن کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں تاکہ وہ ان کی وجہ سے اللہ کی رحمت کا حقدار بن جائے۔

- **درجہ چہارم (صدیقین-مشاہدۂ مشیت)**: یہ "رتبۂ صدیقیت" ہے جہاں بندہ یہ دیکھتا ہے کہ پہنچنے والی تکلیف دراصل اس کے اپنے نفس کی اصلاح کے لیے اللہ کی طرف سے آئی ہے۔ وہ ظالم کو نہیں بلکہ ظالم کے پیچھے "مشیتِ الہیہ" کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اسے اپنی روحانی تربیت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔[45]

جدید تناظر:(Modern Perspectives)

قرآنی اصطلاح **"عزم الامور "** کی تشریح و توضیح میں جدید مفسرین نے اسے محض انفرادی اخلاق کے بجائے سماجی استحکام، نفسیاتی پختگی اور عقلی مصلحت کے تناظر میں بیان کیا ہے۔ فراہم کردہ مصادر کی روشنی میں ان مفسرین کی آراء کا تفصیلی جائزہ درج ذیل ہے:

1۔ علامہ رشید رضاؒ اور مفتی محمد عبدہؒ:(عدل، فضل اور سماجی مصلحت)

علامہ رشید رضاؒ اور ان کے استاد مفتی محمد عبدہؒ "عزم الامور" کو انسانی کمال کے اعلیٰ مراتب یعنی "عدل" اور "فضل" کے درمیان توازن کے طور پر دیکھتے ہیں۔

- **عقلی مصلحت اور حکمت**: علامہ رشید رضاؒ کے نزدیک عفو و درگزر دشمن کو جگری دوست بنانے کا اسٹریٹجک ذریعہ ہے: "سَبَبًا لِاسْتِبْدَالِ الْمَوَدَّةِ بِالْعَدَاوَةِ" (عداوت کو محبت میں بدلنے کا سبب)۔ ان کے نزدیک یہ عمل محض جذباتی فیصلہ نہیں بلکہ ایسی "عقلی مصلحت (Rational Benefit)" پر مبنی ہے جو معاشرے میں عداوت کے بجائے مودت پیدا کرتی ہے۔
- **اصلاحِ اعلیٰ کا منہج**: آپ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ قرآن نے جس اصلاحِ اعلیٰ کا ذکر کیا ہے، وہ عفو و درگزر ہی ہے، جو عقلِ سلیم کے مطابق اخلاق کو مکمل کرتا ہے۔ یہ وہ پختہ اخلاق ہیں جو کسی قوم کو بکھرنے سے بچاتے ہیں اور سماجی ڈھانچے کی پائیداری کا ذریعہ بنتے ہیں[46]۔

2۔ امام ابن عاشورؒ:(عزم کی حقیقت اور نفسیاتی قوت)

امام ابن عاشورؒ نے "عزم الامور" کی تشریح میں اسے ارادے کی پختگی اور کردار سازی (Character Building) سے جوڑا ہے۔

- **ارادے کا نفاذ**: ابن عاشورؒ کے نزدیک عزم کا مفہوم کسی رائے کی درستی واضح ہو جانے کے بعد اسے بغیر کسی تردد کے نافذ کر دینا ہے: "إمضاء الرأي وعدم التردد بعد تبيين السداد" (رائے کا نفاذ اور درستی واضح ہونے کے بعد ہچکچاہٹ کا نہ ہونا)۔

- **نفس کے خلاف جدوجہد :** آپ فرماتے ہیں کہ "عزم الامور" ان فضائلِ اخلاق کا حصہ ہے جو نفس پر گراں گزرتے ہیں، کیونکہ یہ انسانی خواہشات کے برعکس ہوتے ہیں: "عسيرا على النفوس لأنها تعاكس الشهوات" (یہ نفسوں پر مشکل ہے کیونکہ یہ خواہشات کی ضد ہے)۔
- **انفرادی و اجتماعی پختگی :** آپ کے نزدیک عزم فضائلِ اخلاق کا وہ حصہ ہے جو انفرادی کردار کی بلندی کا پیمانہ ہے، جو کسی بھی معاشرتی ڈھانچے کو تتر بتر ہونے سے بچاتا ہے۔[47]

3۔ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ: (کمالِ عقل و فکر اور شرعی وجوب)

ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ نے اس تصور کو انسانی عقل اور ارادے کی پختگی کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز کیا ہے۔

- **کمالِ عقل و فکر :** آپ نے "عزم الامور" کو "کمالِ عقل و فکر (Completeness of Intellect) " قرار دیا ہے، یعنی وہ ذہنی پختگی جو انسان کو ہر قسم کے تساہل اور سستی سے دور رکھتی ہے۔
- **قوتِ ارادی اور پختہ ارادہ :** آپ کے نزدیک اس سے مراد "قوتِ ارادی" اور "علوِ ہمت" ہے، جسے آپ "مضاء العزيمة" (عزم کی کاٹ) سے تعبیر کرتے ہیں۔
- **شرعی وجوب اور معزومات :** ڈاکٹر زحیلیؒ کے نزدیک اس کا ایک اہم پہلو "معزومات" (طے شدہ امور) ہیں، یعنی وہ فرائض جن پر عمل کرنا اللہ نے حتمی طور پر لازم کیا ہے، جیسے نماز، امر بالمعروف اور صبر۔ آپ کے نزدیک یہ امور انسانی شخصیت کی تکمیل کے لیے "صواب التدبير" (بہترین تدبیر) کی حیثیت رکھتے ہیں۔[48]

9.عزم الامور اور جدید انتظامی فیصلہ سازی (Decision Making): ایک تقابلی جائزہ

عصرِ حاضر کے انتظامی علوم (Management Sciences) میں "فیصلہ سازی" (Decision Making) کو کسی بھی تنظیم یا معاشرے کی بقا کے لیے کلیدی عنصر مانا جاتا ہے۔ قرآنی اصطلاح **"عزم الامور"** جدید انتظامی نظریات کے دو اہم مراحل یعنی 'فیصلہ سازی' اور 'نفاذ' (Execution) کا ایک جامع مرقع پیش کرتی ہے۔ جدید ماہرِ انتظام پیٹر ڈرکر (Peter Drucker) کے نزدیک موثر فیصلہ سازی محض معلومات کا حصول نہیں بلکہ 'عزمِ عمل' کا نام ہے[49]، جو بعینہٖ قرآنی تصورِ عزم کے لغوی و اصطلاحی مفہوم (قصد الامضاء) سے ہم آہنگ ہے۔

مقالے میں بیان کردہ **"حزم"** (غور و خوض اور احتیاط) دراصل جدید 'سٹراٹیجک پلاننگ' (Strategic Planning) کے مماثل ہے، جبکہ **"عزم"** اس پلاننگ کو عملی جامہ پہنانے والی وہ 'قوتِ ارادی' ہے جو کسی بھی مینیجر یا قائد کو تذبذب (Ambiguity) سے نکال کر حتمی نتیجے کی طرف لے جاتی ہے[50]۔ جب قرآن "عزم الامور" کو صبر اور تقویٰ کے ساتھ جوڑتا ہے، تو یہ انتظامی اخلاقیات (Administrative Ethics) کے اس بلند

درجے کی نشان دہی کرتا ہے جہاں ایک فیصلہ ساز وقتی دباؤ، مالی مفادات یا جذباتی اشتعال کے بجائے 'صوابِ تدبیر' اور 'اجتماعی مصلحت' کو ترجیح دیتا ہے۔ یوں عزم الامور کا قرآنی تصور ایک ایسی 'لیڈر شپ' کی بنیاد رکھتا ہے جو بحرانی کیفیت (Crisis Management) میں نہ صرف ثابت قدم رہتی ہے بلکہ عفو و درگزر جیسے تزویراتی اقدامات کے ذریعے مخالفانہ ماحول کو سازگار بنا کر طویل مدتی سماجی و تنظیمی استحکام کا باعث بنتی ہے۔

10. فقہی و کلامی مباحث:

قرآنی اصطلاح **"عزم الامور"** کی تفسیری روایت میں ایک اہم علمی بحث یہ رہی ہے کہ آیا اس سے مراد شرعی وجوب (Legal Obligation) ہے یا یہ اخلاقی فضیلت اور عزیمت (Moral Excellence) کے قبیل سے ہے۔ مفسرین نے اس حوالے سے فقہی اور کلامی بنیادوں پر درج ذیل آراء پیش کی ہیں:

1. وجوب اور حتمیت کا پہلو (Obligation and Mandatory Nature)

متعدد کلاسیکی اور ابتدائی مفسرین کے نزدیک "عزم الامور" سے مراد وہ فرائض اور واجبات ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حتمی طور پر حکم دیا ہے اور ان میں کسی قسم کی رخصت یا تساہل کی گنجائش نہیں ہے۔

- **امام بغویؒ کا موقف:** آپ صراحت فرماتے ہیں کہ اس سے مراد "الأمور الواجبة التي أمر الله بها" (وہ واجب امور ہیں جن کا اللہ نے حکم دیا ہے)۔ آپ کے نزدیک یہ وہ احکامات ہیں جن پر ان کے وجوب کی وجہ سے پختہ ارادہ (عزیمت) کرنا لازم ہے۔[51]
- **امام نسفیؒ کی تحقیق:** امام نسفیؒ اسے "معزوماتِ امور" قرار دیتے ہیں، یعنی وہ معاملات جنہیں اللہ نے قطعیت کے ساتھ واجب کیا ہے: "مما عزمه الله من الأمور أي قطعه قطع إيجاب وإلزام" (وہ امور جنہیں اللہ نے وجوب اور الزام کے طور پر حتمی کر دیا ہے)۔ ان کے نزدیک ان طاعات کا سابقہ امتوں میں بھی مأمور بہ ہونا ان کی اہمیت اور وجوب پر دلالت کرتا ہے۔[52]
- **امام زمخشریؒ اور امام طبریؒ:** امام زمخشریؒ اسے "معزومات" کہتے ہیں جن پر عزم کرنا واجب ہے۔ اسی طرح امام طبریؒ اسے "حتم و الزام (Mandatory and Binding)" سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی یہ وہ امور ہیں جن کا اللہ نے حتمی ارادہ فرما کر بندوں پر لازم کیا ہے۔[53]

2. اخلاقی فضیلت اور عزیمت کا پہلو (Moral Excellence and Resolve)

کچھ مفسرین کرام کے نزدیک "عزم الامور" کا اطلاق ان اعلیٰ اخلاقی اوصاف پر ہوتا ہے جو کہ عزیمت کی راہ اختیار کرنے والے "اہل حزم" کا شیوہ ہیں۔

- **امام قرطبیؒ کا تجزیہ:** امام قرطبیؒ اگرچہ ابن جریجؒ کے وجوب والے قول کو اصوب (زیادہ درست) قرار دیتے ہیں، تاہم وہ یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ اس سے مراد "مکارم الاخلاق" اور نجات کی راہ پر چلنے والے اہل الحزم کے عزائم ہیں۔ ان کے نزدیک یہ "حقیقتِ ایمان" کا حصہ ہے کہ انسان ناپسندیدہ حالات پر صبر کرے۔[54]
- **ابن کثیرؒ اور ثوابِ جزیل:** امام ابن کثیرؒ اسے "حقِ امور" اور ایسے "افعالِ حمیدہ (Praiseworthy Actions)" قرار دیتے ہیں جن پر اللہ کی طرف سے عظیم ثواب اور ثنائے جمیل کا وعدہ کیا گیا ہے۔[55]
- **علامہ رشید رضاؒ اور درجاتِ کمال:** علامہ رشید رضاؒ اسے عدل سے بلند تر "مرتبۂ فضل" قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک بدلہ لینا عدل ہے لیکن عفو و درگزر وہ "اصلاحِ اعلیٰ" ہے جو انسانی کمال اور معاشرتی مصلحت کا تقاضا ہے۔[56]

11. نسخ کا علمی مباحثہ (Scholarly Perspectives on Abrogation)

جہاں تک " آیتِ سیف "(جہاد کے حکم) کے ذریعے صبر وعفو کے منسوخ ہونے کا تعلق ہے، تو امام واحدیؒ منسوخی کی طرف مائل ہیں،[57] لیکن امام قفالؒ[58] اور علامہ آلوسیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ احکامات " محکم "ہیں، منسوخ نہیں۔ صبر اور " مدارات "(لوگوں سے خوش اخلاقی) (Diplomatic Endurance) مستقل اخلاقی احکام ہیں جو قتال کے حکم کے ساتھ متوازی چلتے ہیں۔ زبان کی اذیت پر صبر کرنا ہمیشہ پسندیدہ رہے گا اور یہ فوجی دفاع کے منافی نہیں ہے۔[59] مدارات کا مطلب یہ ہے کہ حق پر قائم رہتے ہوئے لوگوں کی اذیت پر صبر کیا جائے، جو کہ "مداہنت "(دین میں لچک پیدا کرنا) سے مختلف ہے۔

12. تفسیری آراء کا تجزیاتی و تقابلی مطالعہ

قرآنی اصطلاح "عزم الامور" کی تفسیری روایت کا غائر مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ مفسرین کے ہاں اس تصور کی تعبیر محض لغوی تشریح تک محدود نہیں رہی، بلکہ یہ ایک مکمل فکری ارتقاء ہے جو روایتی تعبیرات سے شروع ہو کر جدید نفسیاتی اور انتظامی افکار تک پھیلا ہوا ہے۔ اس فکری سفر کے تجزیاتی مطالعے کو ہم درج ذیل تین بنیادی پہلوؤں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

الف: روایتی قطعیت اور شرعی وجوب (Legal and Normative Approach)

ابتدائی مفسرین، بالخصوص امام طبریؒ اور امام ابن ابی حاتمؒ کے ہاں "عزم الامور" کا تصور 'حقِ امور' اور 'واجباتِ الٰہیہ' کے گرد گھومتا ہے۔ طبریؒ کے نزدیک اس میں "حتم والزام" کا عنصر غالب ہے، یعنی وہ امور جن پر

اللہ نے بندوں کو رغبت دلائی اور انہیں لازم قرار دیا۔ اسی طرح امام زمخشریؒ اور امام بغویؒ اس کے "معزومات" (Mandatory tasks) ہونے پر زور دیتے ہیں۔ یہ اسلوب اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ عزم محض ایک اختیاری اخلاقی صفت نہیں بلکہ دین کا وہ اساسی مطالبہ ہے جس کا تعلق فرائض کی انجام دہی اور حق پر ثابت قدمی سے ہے۔

ب: فلسفیانہ گہرائی اور انتظامی حکمت (Philosophical and Strategic Perspective)

کلاسیکی دور کے مفسرین نے اس اصطلاح میں عقلی اور انتظامی ابعاد پیدا کیے۔ امام ابو منصور ماتریدیؒ نے عزم کو "اتقان" (پختگی) اور "خاتمہء اضطراب" سے تعبیر کر کے اسے انسانی ارادے کی نفسیاتی قوت قرار دیا۔ امام ابن عطیہؒ نے "حزم" (سوچ کی پختگی) اور "عزم" (ارادے کا نفاذ) کے درمیان جو علمی تفریق واضح کی، وہ جدید 'سٹراٹیجک پلاننگ' اور 'ایگزیکیوشن' کے تصورات سے حیرت انگیز مطابقت رکھتی ہے۔ امام رازیؒ نے اسے "صوابِ تدبیر" (درست حکمتِ عملی) قرار دے کر یہ ثابت کیا کہ عزم الامور دراصل دنیا و آخرت کے نقصانات کو کم کرنے کا ایک عالمگیر کلیہ ہے۔

ج: جدید نفسیاتی تعبیر اور سماجی استحکام (Modern and Socio-Psychological Context)

جدید دور کے مفسرین، جیسے علامہ ابن عاشورؒ اور ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ، عزم الامور کو "کردار سازی" (Character Building) اور "قوتِ ارادی" کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔ ابن عاشورؒ کے نزدیک یہ نفس کی ان خواہشات کے خلاف جہاد ہے جو ارادے کو کمزور کرتی ہیں۔ جدید مفسرین نے اسے "انتظامی فیصلہ سازی" (Decision Making) سے جوڑ کر ثابت کیا ہے کہ ایک کامیاب قائد وہی ہے جو بحرانی کیفیت میں تذبذب کا شکار ہونے کے بجائے عزمِ عمل کا مظاہرہ کرے۔ یہاں پیٹر ڈرکر کا "Commitment to Action" اور قرآنی "عزم" ایک ہی حقیقت کے دو نام نظر آتے ہیں۔

تقابلی خلاصہ: تقابلی طور پر دیکھا جائے تو جہاں قدماء (امام طبریؒ، امام بغویؒ) کے ہاں عزم کا پہلو "وجوب اور جزا و سزا" سے جڑا ہے، وہاں متاخرین اور جدید مفسرین (امام رازیؒ، علامہ ابن عاشورؒ، علامہ زحیلیؒ) کے ہاں اس کا پہلو "انسانی کمال، عقلی مصلحت اور سماجی استحکام" کی طرف مائل ہے۔ صوفیانہ روایت (امام قشیریؒ، علامہ ابن عجیبہؒ) نے اسے "مشاہدۂ حق" کے اعلیٰ مقامات تک پہنچا دیا ہے، جو اس اصطلاح کی ہمہ گیریت کی دلیل ہے۔ نسخ کے حوالے سے جمہور مفسرین (بشمول علامہ آلوسیؒ و امام قفالؒ) کی تحقیق کہ یہ احکامات "محکم" ہیں، اس بات کو تقویت دیتی ہے کہ عزم الامور اسلامی اخلاقیات کا ایک مستقل اور تا قیامت نافذ العمل ضابطہ ہے۔

13. مصداقات کا تعین: عزم الامور کا عملی زندگی میں اطلاق

قرآنی نظریہ جب محض علمی بحث سے نکل کر عمل کے سانچے میں ڈھلتا ہے، تو اس کے مظاہر انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں نہایت واضح صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ انفرادی سطح پر اس کا پہلا مصداق جانی و مالی مصائب اور ناگہانی حادثات پر واویلا کرنے کے بجائے "صبر و تقویٰ" کا مثالی انتخاب ہے، جو نہ صرف انسان کو نفسیاتی استحکام عطا کرتا ہے بلکہ اسے قربِ الٰہی کے اعلیٰ مدارج پر فائز کر دیتا ہے۔ سماجی اصلاح کے تناظر میں، عزم الامور کا عملی نمونہ اس وقت سامنے آتا ہے جب ایک مصلح نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے کٹھن مشن کے دوران لوگوں کی طرف سے ملنے والی تلخیوں اور رکاوٹوں کو خندہ پیشانی سے سہتا ہے؛ یہی وہ ثباتِ قدمی ہے جو معاشرتی قیادت پیدا کرتی اور اصلاحی کاموں میں اثر پذیری کی روح پھونکتی ہے۔

پیشہ ورانہ اور سیاسی سطح پر اس کا سب سے بڑا مظاہرہ "عفو و درگزر" ہے، جہاں ایک صاحبِ منصب مکمل طاقت اور قدرت کے باوجود انتقام کے بجائے معافی کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ اس کی سب سے تابندہ مثال تاریخِ عالم میں "فتحِ مکہ" کے موقع پر نظر آتی ہے، جہاں اس تزویراتی درگزر نے دشمنوں کے دل جیت کر شر کا مستقل خاتمہ کر دیا۔ بالآخر، روحانی ارتقاء کے سفر میں عزم الامور کا مصداق "اولوالعزم پیغمبروںؑ" کے اسوہ کی پیروی کرنا ہے، جو ہر قسم کی مخالفت کے باوجود اپنے عظیم مقصد پر چٹان کی طرح قائم رہے۔ یہی وہ مقامِ عزیمت ہے جہاں پہنچ کر انسان کو حقیقتِ ایمان نصیب ہوتی ہے اور اس کی اخروی کامیابی یقینی بن جاتی ہے۔

14. خلاصہ بحث اور نتائج تحقیق (Conclusion and Key Findings)

اس تحقیقی مطالعے کے ذریعے قرآنی اصطلاح "عزم الامور" کے لغوی، تفسیری اور انتظامی ابعاد کا جو جائزہ لیا گیا، اس سے درج ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

1. **ارادے کی پختگی اور تردد کا خاتمہ:** "عزم الامور" محض ایک خواہش کا نام نہیں، بلکہ یہ غور و خوض اور مشاورت (حزم) کے بعد پیدا ہونے والی وہ ذہنی پختگی ہے جو تذبذب اور شک کو ختم کر کے عمل کی راہ ہموار کرتی ہے۔
2. **انفرادی و اجتماعی توازن:** یہ تصور انفرادی اخلاقیات (صبر و تقویٰ) سے شروع ہو کر اجتماعی ذمہ داریوں (امر بالمعروف و نہی عن المنکر) تک محیط ہے۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ ایک مضبوط معاشرے کی بنیاد ان افراد پر ہوتی ہے جو حق کی راہ میں آنے والی تکالیف پر ثابت قدم رہنا جانتے ہوں۔
3. **انتظامی بصیرت (Management Insight):** جدید انتظامی علوم کے تناظر میں عزم الامور "Effective Decision Making" اور "Execution" کا بہترین نمونہ ہے۔ یہ ایک قائد کو بحرانی کیفیت (Crisis Management) میں جذباتی فیصلوں کے بجائے تزویراتی عفو و درگزر اور 'صوابِ تدبیر' کا راستہ دکھاتا ہے۔
4. **عزیمت بمقابلہ رخصت:** تفسیری و فقہی بحث سے یہ واضح ہوا کہ عزم الامور کا تعلق "عزیمت" سے ہے، جو کہ دین کے ان پختہ احکامات (معزومات) پر مشتمل ہے جن پر عمل پیرا ہونا انسانی شخصیت کی تکمیل اور معاشرتی استحکام کے لیے لازمی ہے۔
5. **تزویراتی استحکام (Strategic Stability):** مفسرین، بالخصوص علامہ ابن عاشور اور رشید رضا کی آراء سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عفو و درگزر اور ضبطِ نفس کوئی کمزوری نہیں، بلکہ دشمن کو دوست بنانے اور معاشرے میں مودت پیدا کرنے کا ایک 'سٹراٹیجک ٹول' ہے۔

15. تجاویز و سفارشات (Recommendations)

مقالے کے حاصلات کی روشنی میں عصرِ حاضر کے تناظر میں درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

1. **تعلیمی نصاب میں شمولیت:** "عزم الامور" کے تصور کو اسلامیات کے ساتھ ساتھ 'لیڈرشپ اور مینجمنٹ' کے نصاب کا حصہ بنایا جائے تاکہ طلبہ میں فیصلہ سازی کی قوت اور اخلاقی پختگی پیدا ہو سکے۔
2. **سماجی تربیت اور میڈیا کا کردار:** معاشرتی انحطاط اور عدمِ برداشت کے خاتمے کے لیے میڈیا اور منبر و محراب کے ذریعے "عزم الامور" کے تحت صبر، عفو اور صوابِ تدبیر کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے۔

3. **پیشہ ورانہ ورکشاپس:** سرکاری اور نجی اداروں کے سربراہان کے لیے ایسی تربیتی ورکشاپس منعقد کی جائیں جہاں قرآنی تصورِ عزم کی روشنی میں 'Crisis Management' اور 'Ethical Leadership' کے اصول سکھائے جائیں۔
4. **مزید تحقیقی کام:** "عزم الامور" کے نفسیاتی پہلوؤں پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے، تاکہ یہ واضح کیا جاسکے کہ یہ تصور کس طرح ذہنی دباؤ (Stress) اور مایوسی کے دور میں انسانی نفسیات کو استحکام فراہم کرتا ہے۔
5. **بین الکلیاتی مطالعہ (Interdisciplinary Study):** محققین کو چاہیے کہ وہ قرآنی اصطلاحات کا تقابلی مطالعہ جدید سماجی و انتظامی علوم کے ساتھ کریں تاکہ اسلام کے آفاقی پیغام کو عصرِ حاضر کی علمی زبان میں پیش کیا جاسکے۔

حواشی

[1] ۔ أبوعبد الله محمد بن إسماعيل البخاري، حاشيه صحيح البخاري ، المحقق: د. مصطفى ديب البغا، دار ابن كثير، دمشق، الطبعة الخامسة، 1414 ه-1993م، ج2، ص864۔

[2] ۔ الراغب الأصفهانیؒ، تفسير الراغب الأصفهاني ، دار الوطن، رياض، 2003، ج3، ص1031۔

[3] ۔ الشوكاني، محمد بن علي بن محمد، فتح القدير، دار ابن كثير / دار الكلم الطيب، دمشق / بيروت، ط اول، 1414ھ۔(4/275)۔

[4] ۔ ابن عطية الأندلسیؒ، المحرر الوجيز ، دار الكتب العلمية، بيروت، 2001، ج1، ص551۔

[5] ۔ محمود بن عمر الزمخشریؒ، الكشاف ، دار الكتاب العربي، بيروت، 1987، ج1، ص450۔

[6] ۔ أبو حيان الأندلسي، محمد بن يوسف، البحر المحيط في التفسير، تحقيق: صدقي محمد جميل العطار وآخرون، دار الفكر، بيروت، 1420ھ۔(3/464)

[7] ۔ الماتريدي، أبو منصور محمد بن محمد، تأويلات أهل السنة، تحقيق: د. مجدي باسلوم، دار الكتب العلمية، بيروت، ط اول، 1426ھ جلد 8، صفحہ 306-307؛ جلد9، صفحہ 135۔

[8] ۔ ابن جرير الطبریؒ، تفسير الطبري (جامع البيان (، محقق: د. عبد الله بن عبد المحسن التركي، دار هجر، قاہرہ، 2001، ج6، ص290۔

[9] ۔ أبوعبد الله القرطبیؒ، الجامع لأحكام القرآن ، دار الكتب المصرية، قاہرہ، 1964، ج4، ص304۔

[10] ۔ شهاب الدين الآلوسیؒ، روح المعاني ، دار الكتب العلمية، بيروت، 1994، ج2، ص359۔

[11] ۔(القرآن، سورۃ لقمان:17)

[12] ۔ محمود بن عمر الزمخشریؒ، الكشاف ، دار الكتاب العربي، بيروت، 1987، ج3، ص497۔

[13] ۔ حافظ الدين النسفیؒ، تفسير النسفي (مدارك التنزيل (، دار الكلم الطيب، بيروت، 1998، ج2، ص716۔

[14] ۔ إسماعيل بن عمر بن كثیرؒ، تفسير القرآن العظيم ، دار الكتب العلمية، بيروت، 1998، ج2، ص159۔

[15] ۔(القرآن، سورۃ الشوری:43)

[16] ۔ ابن جرير الطبریؒ، تفسير الطبري، ج6، ص290۔

[17] ۔ السمرقندي، أبو الليث نصر بن محمد، بحر العلوم، (د. ن)، (د. م)، (د. ط)۔ 3/ 247)

[18] ۔ الثعلبي، أبو إسحاق أحمد بن إبراهيم، الكشف والبيان، تحقيق: عدد من الباحثين، دار التفسير، جدة، ط اول، 1436ھ، (23/ 391)

[19] ۔ ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، جلد7، صفحہ 195-196؛ المراغی، تفسير المراغی، جلد25، صفحہ 57۔

[20] ۔ أبو السعود، العمادي محمد بن محمد، إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم، دار إحياء التراث العربي، بيروت، (د. ط)، جلد2، صفحہ 124؛ الخطيب الشربيني، شمس الدين محمد بن أحمد، السراج المنير، مطبعة بولاق (الأميرية)، القاهرة، 1285ھ، جلد3، صفحہ 547۔

[21] ۔ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد7، صفحہ195-196؛المراغی، تفسیر المراغی، جلد25، صفحہ57۔

[22] ۔الزمخشری، تفسیر الکشاف، جلد3، صفحہ496-497؛اسماعیل حقی، روح البیان، جلد7، صفحہ83۔

[23] ۔إسماعيل حقي، أبو الفداء بن مصطفى الإستانبولي، روح البيان، دار الفكر، بيروت، (د.ط)، جلد7، صفحہ83؛جلد8، صفحہ336۔

[24] ۔المظهري، محمد ثناء الله، التفسير المظهري، تحقيق: غلام نبي التونسي، مكتبة الرشدية، الباكستان، 1412ھ، جلد7، صفحہ258۔

[25] ۔اسماعیل حقی، روح البیان، جلد7، صفحہ83؛جلد8، صفحہ336۔

[26] ۔ابن جریر طبری، جامع البیان عن تأویل آي القرآن، جلد6، صفحہ290-291؛جلد18، صفحہ558؛جلد20، صفحہ529۔

[27] ۔ابن ابی حاتم رازی، تفسیر القرآن العظیم، جلد3، صفحہ834-835؛الدر المنثور، جلد2، صفحہ401۔

[28] ۔الماتريدي، أبو منصور محمد بن محمد، تأويلات أهل السنة، تحقيق: د. مجدي باسلوم، دار الكتب العلمية، بيروت، ط اول، 1426ھ جلد8، صفحہ306-307؛جلد9، صفحہ135۔

[29] ۔زمخشری، تفسیر الکشاف، جلد1، صفحہ450؛جلد4، صفحہ230۔

[30] ۔زمخشری، تفسیر الکشاف، جلد3، صفحہ496-497

[31] ۔ابن عطیۃ، أبو محمد عبد الحق بن غالب، المحرر الوجیز جلد1، صفحہ551؛جلد4، صفحہ351

[32] ۔امام قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، جلد4، صفحہ304۔

[33] ۔امام قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، جلد14، صفحہ69۔

[34] ۔امام قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، جلد14، صفحہ69۔

[35] ۔امام فخر الدین رازی، مفاتیح الغیب، جلد9، صفحہ454۔

[36] ۔امام فخر الدین رازی، مفاتیح الغیب، جلد9، صفحہ455۔

[37] ۔امام فخر الدین رازی، مفاتیح الغیب، جلد25، صفحہ122۔

[38] ۔ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد7، صفحہ195۔

[39] ۔ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد7، صفحہ196۔

[40] ۔امام بغوی، معالم التنزیل، جلد6، صفحہ289۔

[41] ۔امام بغوی، معالم التنزیل، جلد7، صفحہ198۔

[42] ۔القشیری، لطائف الإشارات، جلد1، صفحہ302۔

[43] ۔امام القشیری، لطائف الإشارات، جلد3، صفحہ132-358۔

[44] ۔اسماعیل حقی، روح البیان، جلد2، صفحہ140-141؛جلد7، صفحہ83۔

[45] ۔ابن عجیبة، أبو العباس أحمد بن محمد، البحر المدید في تفسیر القرآن المجید، تحقیق: أحمد عبد اللہ القرشي رسلان، ڈاکٹر حسن عباس زکي، القاھرۃ،1419ھ، جلد5، صفحہ226-227۔

[46] ۔ محمد رشید رضا، تفسیر المنار، الھیئة المصریة العامة للکتاب، مصر، 1990ء، جلد 11، صفحہ 179؛ المراغی، تفسیر المراغی، جلد4، صفحہ 151-154

[47] ۔ابن عاشور، محمد الطاھر، التحریر والتنویر، الدار التونسیة للنشر، تونس،1984ء، جلد4، صفحہ190؛ جلد21، صفحہ165-166؛ جلد25، صفحہ122-123

[48] ۔الزحیلي، وھبة، التفسیر المنیر في العقیدة والشریعة والمنھج، دار الفکر (دمشق) / دار الفکر المعاصر (بیروت)، ط اول، 1411ھ، جلد 4، صفحہ192-196؛ جلد21، صفحہ149-150

[49] ۔ڈرکر، پیٹر ایف، دی ایفیکٹیو ایگزیکٹو) نیویارک: ہارپر اینڈ رو،1967ء)، ص112-115۔

[50] ۔ گولمین، ڈینئیل، ایموشنل انٹیلیجنس) نیویارک: بینٹم بکس،1995ء)، باب"The Master Aptitude" :

[51] ۔امام بغوی، معالم التنزیل، جلد6، صفحہ289؛ جلد7، صفحہ198۔

[52] ۔امام نسفی، مدارک التنزیل وحقائق التأویل، جلد1، صفحہ318-319؛ جلد2، صفحہ716۔

[53] ۔امام طبری، جامع البیان، جلد6، صفحہ290-291۔ زمخشری، تفسیر الکشاف، جلد1، صفحہ450؛ جلد4، صفحہ230۔

[54] ۔امام قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، جلد14، صفحہ68-69۔

[55] ۔ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد7، صفحہ195۔

[56] ۔رشید رضا، تفسیر المنار، جلد11، صفحہ179۔

[57] ۔الواحدی (بحوالہ الرازی(، مفاتیح الغیب، جلد9، صفحہ454۔

[58] ۔القفال (بحوالہ الرازی(، مفاتیح الغیب، جلد9، صفحہ454

[59] ۔الآلوسی، روح المعانی، جلد2، صفحہ359۔